Al-Abṣār (Research Journal of Fiqh & Islamic Studies)
ISSN: 2958-9150 (Print) 2958-9169 (Online)
Published by: Department of Fiqh and Shariah, The Islamia University of Bahawalpur.
Volume 03, Issue 02, July-December 2023, PP: 13-34
DOI: https://doi.org/10.52461/al-abr.v2i2.2427
Open Access at: https://journals.iub.edu.pk/index.php/al-absar/about

ہندوستان میں تصوّف کے سلاسل اور بین المذاہب ہم آہنگی

India's Sufi Order and Interfaith Harmony

Hafiz Saif ur Rehman
PhD Scholar, Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad.
Saifurrehman5583@gmail.com
Arham Ehsan
PhD. Scholar, Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University,,Islamabad
Arhamehsan01@gmail.com

Abstract

Sufism revolves around nurturing the human soul, urging individuals to embrace virtue and abandon vice. Unlike the mere physical existence of humanity, the spiritual dimension plays a crucial role, and Sufism, deeply rooted in Islamic teachings, provides guidance for this inner journey. Grounded in moderation, Sufism fulfills one of the key missions of the Prophet Muhammad (peace be upon him), emphasizing purification of the heart and soul alongside acquiring wisdom and understanding.
Central to this ethos is the concept of Ihsan, as highlighted in the Hadith Jibreel, which describes excellence in worship and mindfulness of God. This essence of Sufism integrates faith, worship, and spiritual refinement. Imam Malik aptly remarked on the balance between jurisprudence and Sufism, stating that true understanding comes from combining both disciplines.
In the Indian subcontinent, Sufism significantly shaped Islam's spread and its coexistence with other religions. Prominent figures like Hazrat Ali Hajvari (Data Ganj Bakhsh) and Khwaja Moinuddin Chishti brought Sufism to the region, advocating for unity and harmony. Their teachings opposed extremism and bridged communities, focusing on humanity rather than divisions.
Sufi monasteries, or khanqahs, played a pivotal role in this transformation. They served as sanctuaries for marginalized

All Rights Reserved © 2022 This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

communities, fostering social welfare and providing spiritual guidance. These institutions strengthened Sufism's presence, creating an inclusive environment that transcended caste and creed. This article delves into the origin and essence of Sufism, explores its foundational principles, and traces its role in fostering interfaith harmony in the subcontinent. It also provides an overview of four major Sufi orders in India, detailing their contributions to promoting a unified and spiritually enriched society. Through these efforts, Sufism remains a beacon of peace and integration in diverse cultures.

Keywords

India, Sub-continent, Sufism, Sufi Order, Interfaith Harmony, Monasteries.

1 موضوع کا تعارف

انسان صرف گوشت پوست کا نام نہیں بلکہ اس کے اندر ایک چیز ہے جو بولتی اور سوچتی بھی ہے اور جوارح سے کام لیتی ہے۔اُسے "نفس" یا"روح" کہتے ہیں۔تصوف انسان کے اس "نفس" یا"روح" میں ایک تحریک پیدا کرتا ہے اور اسے ایک ولولہ دیتا ہے۔ہر مذہب ایک کی اپنی تعلیمات اور مجاہدہ وریاضت کے اپنے طور طریقے ہیں۔اسلام میں تصوف راہ اعتدال سے مزین اور وحی خداوندی پر مبنی ہے۔اور یہی رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے مقاصد ثلاثہ میں سے ایک ہے۔ارشادربانی ہے:

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ[1]

اس مضمون میں لفظ تصوف کے اشتقاق کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مختلف صوفیاء کرام کی آراء کے مطابق تصوف کی حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے۔برصغیر میں اسلام کی آمد کے ساتھ ساتھ اسلام کی ترویج میں صوفیاء کرام کے کردار کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ہندوستان میں تصوف کے مشہور چاروں سلاسل،ان کا بنیادی تعارف،اور اس سلسلے کے مشہور صوفیاء کرام کے مختصر حالات زندگی کے ساتھ ساتھ ان کے مساعی اور بالخصوص بین المذاہب ہم آہنگی میں ان کے کردار کو واضح کیا گیا ہے۔بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالے سے ہر سلسلے کے دو دو مشہور صوفیاء کرام کا تعارف اور ان کے کردار کو بیان کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

2 لغوی تعریف

لفظ تصوف کے اشتقاق میں مختلف آراء پائی جاتی ہے۔

- صاحب تاج اللغۃ فرماتے ہیں کہ لفظِ تصوف صَفَا سے بنا ہے۔جس کا مطلب ہے صفائی اور اجلا ہونا۔جس طرح کہ

جوہری نے لکھا ہے:

"الصَفاَ خِلافُ الكَدرِ" [2]

صفائی میلے پن کا الٹ ہے۔

اسی طرح صاحب لسان العرب لکھتے ہیں:

"الصفو والصفاءُ نقيض الكدر" [3]

صفو اور صفاء میلے پن کی نقیض ہے۔

مرتضیٰ زبیدی نے کہا:

"الصفاء في خلوص الشي من الشوه" [4]

صفاء کا مطلب کسی چیز کا قبح سے پاک ہونا۔

ان دونوں تعریفوں میں قدرِ مشترک یہ ہے کہ یہاں تصوف بمعنی پاکیزہ، صاف، ستھرا مراد لیا گیا ہے یا مزید برآں گندگی کے مقابل جو لفظ پاکیزہ مفہوم ادا کر سکتا ہے وہ صفا ہے۔

- تصوف کی لغوی تحقیق کے بارے میں ایک قول یہ ہے کہ یہ لفظ صَف سے بنا ہے۔ اس بارے میں ابو القاسم قشیری نے کہا:

  "إنه مشتق من الصف فكأنها في الصف الأول بقلوبهم من حيث المحاضرة من الله تعالىٰ" [5]

  کہ یہ صف سے مشتق ہے گویا کہ صوفیاء کے دل اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضری کے اعتبار سے پہلی صف میں ہوتے ہیں۔

- ایک قول یہ ہے کہ "صُفہ" سے بنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ مسجدِ نبوی میں ایک چبوترے میں رہ کر تعلیم پاتے تھے اور تزکیہ نفس کرتے تھے۔

- ایک قول یہ ہے کہ "صُوف" سے بنا ہے، صوف اون کو کہا جاتا ہے۔ دوسرے اقوال سے بہتر قول صوف والا معلوم ہوتا ہے۔ اس بارے پروفیسر یوسف سلیم چشتی نے لکھا:

- "قولِ راجح جس پر اکثر صوفیہ کا اتفاق ہے یہ ہے کہ یہ لفظ "صوف" سے مشتق ہے، چونکہ اکثر صوفیاء صوف (اُون) کا لباس پہنتے تھے۔ اس لیے لوگ انہیں صوفی کہنے لگے۔" [6] اور اونی لباس ہمارے پیارے نبی ﷺ سے پہننا ثابت ہے، تو اس حوالے سے جماعت صوفیہ نے ﷺ کی اتباع کی۔ جیسا کہ حدیث میں ہے:

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرْكَبُ الْحِمَارَ، وَيَلْبَسُ الصُّوفَ [7]

اسی طرح امام بخاری نے غزوات میں سے ایک غزوہ کے سفر کے دوران اس کے متعلق حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے:

فَغَسلَ وَجهَه ويَدَيه وعليه جُبة مِن صُوف[8]

2.1 تصوف کا اصطلاحی مفہوم

تصوف کی اصطلاحی تعریف اور توضیح کے بارے میں مختلف صوفیہ کرام کے درج ذیل اقوال ہیں:

- سید عبد القادر جیلانیؒ نے کہا: ”جس کے معنی اس آدمی کے ہیں جس کو اللہ نے صاف کر لیا ہو۔“[9]
- علی بن عثمان الہجویریؒ فرماتے ہیں کہ حضرت مرتعشؒ[10] فرماتے ہیں:

  ”التصوف حُسن الخَلقِ“[11]

  تصوف نیک خصائل کا نام ہے۔
- حضرت فرید الدین گنج شکرؒ[(12)] کے ہاں تصوف اخلاص کا نام ہے اور وہی اخلاص جو حدیث جبرائیل میں بیان کیا گیا ہے۔ جسے حدیث احسان بھی کہا جاتا ہے کا نام تصوف ہے۔
- علامہ شامی نے کہا:

  ”الطريقة والشريعة متلازمة“[13]

  طریقت اور شریعت لازم وملزوم ہیں۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ کی تعریف نہایت مختصر اور جامع ہے۔ ان کے ہاں تصوف شریعت و طریقت کے باہمی التزام کا نام ہے۔ شرعی اصول وضوابط جانے کے بنا تصوف سے اِستفادہ واِفادہ ممکن نہیں بلکہ اس عمل سے یعنی صرف طریقت ہی پر اکتفا کی صورت میں غیر اسلامی نظریات کی تصوف میں آمیزش ہوئی ہے جب طریقت کے ساتھ شرعی اصولوں کا علم مل جائے تو یہ حقیقی اور مطلوب تصوف ہے۔

2.2 تصوف کی اہمیت

حدیث کی کتابوں میں ایک حدیث ”حدیثِ جبرئیل“ کے نام سے مشہور ہے، اس میں کچھ سوالات کیے، "ماالایمان، ماالاسلام اور ماالاحسان"[14] بندہ کے دل میں اسی احسان کی کیفیت پیدا کرنے کا نام صوفیا کی زبان میں تصوف یا سلوک ہے۔ یا دوسرے الفاظ میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ تصوف اس کیفیت احسانی کے لئے مشق و تمرین کا نام ہے۔ یا یوں کہا جا سکتا ہے

کہ اس حدیث میں پہلا سوال ایمانیات، دوسرا عبادات اور تیسرا تصوف سے متعلق ہے۔اور تصوف ایمان کو یقین تک اور فقہ کو تحقیق تک پہنچانے کا نام ہے۔ امام مالکؒ کے اس قول سے تصوّف کی صحیح صورت سامنے آتی ہے۔

من تفقّه ولم يتصوّف فقد تفسّق، ومن تصوّف ولم يتفقّه فقد تزندق، ومن جمع بينهما فقد تحقق[15]

جو فقہ سیکھے اور تصوف اختیار نہ بنے وہ فاسق ہو گیا، جو شخص تصوف اختیار کرے اور فقہ نہیں سیکھتا وہ زندیق ہو گیا، جس نے ان دونوں کو ملایا اس نے حق کو تلاش کیا۔

3 ہندوستان میں اسلام

اہل ہند کا عرب اور وہاں کے باشندگان کے ساتھ بہت پرانا تعلق تھا جس کی بدولت انھیں اسلام اور اس کے اصولوں سے متعارف ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگا لیکن یہ ان کا اولیں دور تھا کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کو نبوت ملی تو اس وقت عرب کے اردگرد رومی، ایرانی، اور ہندی لوگ موجود تھے۔[16] برصغیر میں اسلام کی آمد کے بارے مختلف آرا نقل کی گئی ہیں۔

- ہند میں اسلام کا آغاز سب سے پہلے جنوبی ہندوستان میں آنے والے صحابہ کرام سے ہوا۔
- اس کے بعد سندھ میں عربوں کی فتح کے بعد مزید اسلام پھیلا۔
- تیسرے مرحلے میں ترکوں کی فتح کے بعد ہندوستان کے شمال میں اسلام مزید پھیلا۔

یہ تین آراء برصغیر کے متعلق اسلام کے آغاز کے حوالے سے پائی جاتی ہیں[17]۔ اور یہاں پر اسلام تاجروں کے ذریعے، مسلم فاتحین کے ذریعے، اور قوی رائے یہ ہے کہ اہل تصوف یعنی صوفیا کے ذریعے اسلام کی آمد برصغیر میں ہوئی اور یہاں کے باسی اس سے روشناس ہوئے۔

4 برصغیر میں تصوف

برصغیر میں تصوف کی ابتداء کو بیان کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ تصوف کا مختصر تاریخی پس منظر کا جائزہ لیا جائے۔ برصغیر پاک وہند میں اسلام، تصوف کے یہاں پہنچنے سے پہلے عملی طور پر موجود تھا۔ گویا دوسری صدی ہجری کی آخر یا تیسری صدی کے آغاز میں چند ایک بزرگوں کو صوفی کہا جانے لگا تھا۔ تاہم ان کی ابتداء تیسری صدی ہجری میں شمار ہوتی ہے، اور جو صوفیائے کرام برصغیر پاک وہند میں تشریف لائے اور ان کی وساطت سے ہند میں اشاعت اسلام کا کام ہوا، ان میں دو ہستیاں زیادہ مشہور ہیں جو پہلے پہل تشریف لائیں۔

1۔ حضرت علی ہجویریؒ (1009ء تا 1072ء)، یہ ہندستان میں 1069ء میں تشریف لائے۔

2۔خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ(1124ء تا1235ء)ہیں۔

ان دو مشہور بزرگوں کے علاوہ دو اور بزرگوں کی آمد کا بھی سے پتہ چلتا ہے۔ان میں سے ایک تو شیخ محمد اسماعیل بخاری جو 395ھ بمطابق 1005ء میں لاہور تشریف لائے۔[18] اور دوسرے بزرگ خواجہ ابو محمد بن ابو احمد،جو محمود غزنوی کے ساتھ ہندوستان تشریف لائے۔[19] اور محمود غزنوی نے 1001ء سے لے کر 1025ء تک ہندوستان پر سترہ حملے کیے تھے اور آخری حملہ سومنات پر 1025ء میں کیا گیا تھا۔اسلام مذہب کی حیثیت سے سب پہلے جنوبی ہند پہنچا۔مسلمان مبلغین اور تاجر ساتویں صدی عیسوی میں (یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وفات 632ء میں ہوئی تھی) یہاں آئے۔یعنی آپ ﷺ کی وفات کے بعد جلد ہی مسلمان مالیبار اور جنوبی ساحلوں کے دیگر علاقوں میں آنے جانے لگے۔چنانچہ مسلمانوں نے برصغیر پاک وہند کے مغربی ساحلوں پر زمین حاصل کر کے مسجدیں تعمیر کیں اور اپنے دین کی تبلیغ میں مصروف ہوئے۔اس تفصیل سے مندرجہ ذیل امور واضح ہوتے ہیں کہ پہلی صدی ہجری میں ہی اسلام جنوبی ہند بالخصوص مالیبار اور مغربی ساحلوں میں پھیل گیا۔ان علاقوں کے ہزاروں غیر مسلم مسلمان ہو چکے تھے اور راجہ بھی مسلمان ہو گیا۔اشاعت اسلام کی اصل وجوہات تین تھیں:

1. عقیدہ توحید باری تعالی کی سادگی
2. ذات پات اور چھوت چھات کو خلاف انسانیت قرار دینا
3. مسلمانوں کے اعمال واخلاق کی پاکیزگی اور شائستگی

برصغیر کے پہلے اور عظیم صوفی ابوالحسن سید علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش ہی تھے۔آپ ۴۳۱ھ میں غزنی سے لاہور تشریف لائے اور نصف صدی تک یہیں مقیم رہیں۔آپ کی عظیم صوفیانہ وعالمانہ کاوش "کشف المحجوب" ہے۔سید علی ہجویری کی زندگی شریعت وطریقت کا امتزاج نظر آتی ہے۔ایسے ہی بنگال میں سید علی ہجویریؒ کے معاصر صوفیا اور مبلغین میں سید محمود ماہی،اور شاہ محمد رومی نے عوام کی اصلاح کا خاطر خواہ کام کیا۔ان صوفیا اور ان کے موخر ہم مزاج صوفیاء کا اس اعتبار سے مقاصد کچھ یہ تھے:

۱۔اسلام قبول کرنے والوں کی ایسی ظاہری اور باطنی تربیت کی جائے کے وہ دنیا وآخرت دونوں میں کامیاب ہو جائیں۔

۲۔کمزور اور مفلوک الحال لوگوں کی مدد کی جائے۔

۳۔برصغیر کے غیر مسلموں کو ترجیحی بنیادوں پر اسلام سے روشناس کرایا جائے۔

ان کے علاوہ ایک تعداد ایسی بھی تھی جو خود بھی صوفی تھے اور صوفی گر بھی کہلاتے تھے۔درج ذیل میں ان کے نام اختصار سے درج کئے جاتے ہیں۔

1. شیخ سخی سرور

2. خواجہ معین الدین چشتی
3. شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی
4. خواجہ فرید الدین
5. خواجہ قطب الدین بختیار کاکی
6. صدرالدین عارف ملتانی
7. علاوالدین صابر کلیری

یہ تمام صوفیاو بزرگان دین ساتویں صدی عیسوی کے ہیں۔

برصغیر میں صوفیا کرام کی تبلیغی اور اصلاحی خدمات کے لحاظ سے ساتویں اور آٹھویں صدی انتہائی اہم ہے۔ خصوصاً آٹھویں صدی میں صوفیا کرام کی محنت اور اس کے ثمرات نے اطراف کو خوب منور کر دیا۔ اس صدی کے معرودف بزگان دین میں، خواجہ نظام الدین دہلویؒ م ۷۲۵، شیخ اخی سراجؒ م ۷۵۷ھ ایسے ہی شیخ شرف الدین یحییٰ منیریؒ م ۷۸۲ھ، مخدوم جہانیاں جہاںؒ، سید جلال الدینؒ م ۷۸۶، شیخ علاالحقؒ م ۷۸۵، شاہ ہمدان سید علی ہمدانیؒ م ۷۸۶ھ قابل ذکر ہیں۔

4.1 نویں صدی ہجری تاحال

صوفیا کرام کا فیض برصغیر میں دین اسلام کی آمد سے آج تک جاری ہے۔ اس وسیع سرزمین کے ہر چپے اور ہر گوشے پر معلوم و نامعلوم، صوفیائی نقش کہیں نہ کہیں مرتسم ضرور ہیں۔ آٹھویں صدی میں گو کہ دین اسلام تقریباً برصغیر کے ہر گوشے میں پہنچ چکا تھا لیکن ایک بڑا مسئلہ یہ تھا کہ بعد کے زمانے کی وجہ سے اس میں بہت سی بدعات کو دین سمجھ کر داخل کر دی گئی تھیں۔ اس لئے نویں صدی سے گیارہویں صدی تک اور تاحال صوفیا کی ایک جماعت ان بدعات و فتن کی مخالفت پر کمربستہ رہی۔ اس سلسلے میں اس دور میں تصوف کے معاملات کو سمجھنے کے لئے دو صوفیا کے حالات کو سمجھنا کافی ہو گا۔ جس سے اس دور کی تصوف کی ضروریات و حالات وارتقاء کے مراحل کا اندزہ ہو جائے گا۔

1۔ خواجہ باقی باللہ نقشبندیؒ[20] م ۱۰۱۲ھ۔

2۔ امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ[21] م ۱۰۳۴ھ ہیں۔

خواجہ باقی باللہ کابل کے رہنے والے تھے انھوں نے پہلے لاہور اور پھر دہلی کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ ان کے متصوفانہ رویہ کی خاص بات ان کا درس اور وعظ و نصیحت کا سلسلہ تھا جس میں خصوصیت کے ساتھ ترک بدعات اور پابندی شریعت پہ زور دیا جاتا تھا۔ ان دروس اور

مواعظ کا ہی فیض تھا کہ آپ کے مرید اور خلیفہ حضرت مجدد الف ثانیؒ بھی تھے جو اس دور کے صفِ اول کے صوفیاء میں شامل ہیں۔اور ان کی مساعی جمیلہ محتاج بیان نہیں ہے۔ شیخ احمد سرہندی المعروف مجدد الف ثانیؒ کے دور میں تجدد اور الحاد نے اپنی جڑیں گاڑھنا شروع کی تو شیخ نے اکبر وجہانگیر کے عہد کے ان تجدد پسند افکار اور الحادی فتنوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا۔اور اس کی پاداش میں قید وبند کی صعوبتوں سے بھی دوچار ہوئے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ دین کے تمام شعبوں پر دسترس رکھتے تھے۔ آپ کے مکتوبات اور تعلیمات ایک دلنشین مرقع ہیں۔وہ مصلح، متصوف اور زبردست مفکر بھی تھے، چنانچہ تصوف کے معروف نظریہ "وحدت الوجود" یا"ھمہ اوست" کے مقابلے میں ان کا نظریہ "وحدت الشہود" اب عالمگیر ہو چکا ہے۔

ان دو حضرات کے علاوہ جن صوفیاء کی مساعی جمیلہ نے برصغیر کو اسلام کے نور سے منور فرمایا جن میں قابل ذکر نام درجہ ذیل ہیں:

1۔خواجہ نظام الدین اولیاء

2۔ شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانی

3۔شاہ عبد الحق محدث دہلوی

4۔شاہ ولی اللہؒ

5 ہندوستان میں تصوف کے مشہور سلاسل

اس سے مراد صحبت اور اعتماد کا وہ سلسلہ ہے جو موجودہ شیخ سے آنحضرت ﷺ تک جاتا ہے۔ہندوستان میں چار بڑے سلاسل چل رہے ہیں۔جو کہ چشتیہ، نقشبندیہ، قادریہ اور سہروردیہ ہیں۔جس شیخ سے آدمی بیعت ہوتا ہے تو اس کے ساتھ آدمی اس کے سلسلے میں داخل ہو جاتا ہے۔ان سلاسل کی مثال فقہ کے چار طریقوں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی یا طب کے مختلف طریقوں یعنی ایلوپیتھی، ہومیوپیتھی، آکوپنکچر اور یونانی حکمت وغیرہ سے دی جاتی ہے۔ان کے اصولوں میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے لیکن سب کا نتیجہ وہی روحانی صحت یعنی نسبت کا حاصل کرنا ہے۔یوں تو بہت سے بڑے بڑے روحانی سلاسل طریقت ہیں لیکن ان میں سے ہندوستان میں زیادہ معروف سلاسل چار ہیں:

1. سلسلہ قادریہ: اس سلسلے کے بانی عبد القادر محی الدین جیلانیؒ ہیں۔
2. سلسلہ چشتیہ: اس سلسلے کے بانی حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
3. سلسلہ سہروردیہ: اس سلسلے کے کے بانی شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔
4. سلسلہ نقشبندیہ: اس سلسلے کے کے بانی کا نام خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ ہے۔

5.1 سلسلہ قادریہ

یہ درویشوں کا ایک سلسلہ ہے جو عبد القادر جیلانی (التوفی 561ھ) کے نام سے منسوب ہے۔ عبد القادر جیلانی حنبلی مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ بغداد میں ایک خانقاہ اور مدرسہ کے ناظم تھے اور ان دونوں مقامات پر وعظ فرمایا کرتے تھے۔ بعد میں آپ کے وعظوں کا مجموعہ "الفتح الربانی" کے نام سے شائع ہوا۔ برصغیر پاک وہند میں سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ بنے اور آپ کے ذریعے سلسلہ قادریہ کو بہت وسعت ملی۔ آپ نے برّصغیر میں قادریہ سلسلے کی بنیاد مضبوط فرمائیں۔ سلاسلِ تصوف میں سلسلہ قادریہ سب سے قدیم اور سب سے زیادہ مشہور سلسلہ روحانیت مانا جاتا ہے اور اس سلسلے میں پیروکار پاکستان، بھارت، بنگلہ دیش، ترکی، بلقان کے علاوہ افریقہ میں بھی بڑی تعداد میں موجود ہیں۔

ہندوستان کے دیگر قادری صوفیاء کرام:

1-لال شہباز قلندرؒ،(التوفی650ھ)

2۔ حضرت مخدوم سیدنا محمد الحسنی القادری البغدادیؒ،(التوفی846ء)

3۔ حضرت موسیٰ پاک شہیدؒ(1546ء-1602ء)

4۔ علامہ جلال الدین نعمت اللہ شاہ قادری فیروز پوریؒ،(التوفی1075ھ)

5۔ سلطان العارفین سخی سلطان حق باھوؒ(التوفی 1102ھ)

6۔- تاج العارفین شاہ محمد مجیب اللہ قادریؒ(1687التوفی1191ھ)

5.1.1 خاصیت سلسلہ قادریہ

نرمی ورواداری

تصوف کے دیگر دوسرے سلسلوں کے عملی اسباق و دروس اور مشقوں میں بسا اوقات بہت ہی افراط و تفریط پائی جاتی ہے جس کی وجہ سے سالک یا طالب بسا اوقات اسی پر باقی سلسلوں کو قیاس کر کے ان سلاسل کو مشقت والا عمل گردانتا ہے کیونکہ ان میں سے بعض میں مراقبہ، ذکر، وظائف کی بے حد پابندی ہے جبکہ قادریہ سلسلہ میں بہت زیادہ رواداری پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے کے اصول و قواعد شدت سے خالی ہیں۔

تزکیہ کی ترتیب

چونکہ شیخ عبد القادر جیلانیؒ خود فنافی التوحید تھے، اس لئے ان کے اس سلسلے میں بھی یہ چیز بے حد واضح نظر آتی ہے۔ ان کے انداز تزکیہ اور مواعظ میں یہ لازم ہے کہ اللہ کا قرب اور اس کی اطاعت مقصود اصلی ہے۔ سلسلہ قادریہ کو ام السلاسل بھی کہا

جاتا ہے۔اس سلسلہ میں شریعت کی پابندی پہ بطور خاص توجہ دی گئی ہے اس سلسلہ کی ترتیب تربیت میں دنیا سے کنارہ کشی,ریاضت و مجاہدہ اور تسلیم ورضا کی منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے۔"[22]

تصانیف

شیخ عبد القادر جیلانیؒ کی مشہور تصانیف درجہ ذیل ہیں:

1. غنیۃ الطالبین
2. فتوح الغیب
3. الفتح الربانی
4. بشائر الخیرات
5. الفیوضات الربانیہ
6. المواہب الربانیہ
7. الیواقیت والحکم

5.2 سلسلہ چشتیہ

برصغیر وہ خطہ ہے جو مرکزِ اسلام سے دور ہونے کے باوجود پہلی ہجری ہی میں آفتابِ ہدایت کے کرنوں سے منور ہوا۔ ہندوستان میں اسلام کو متعارف کرانے والوں کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

1۔ تجارت سے منسلک طبقہ۔

2۔ سلاطین وامراء جنہوں نے فوجی مہمات کے ذریعہ باقاعدہ حکومتیں قائم کیں۔

3۔ صوفیا کی دعوت وتبلیغ کا طریقہ، یہ سابقہ دونوں طریقوں کی نسبت زیادہ موئثر طریقہ تھا۔

اس سلسلہ نے بارہویں صدی عیسوی میں ایک نیا موڑ اختیار کیا، جس کے اوائل میں تہذیب وتمدن کے لیے مشہور عالمِ اسلام کے بڑے بڑے شہر تاتاریوں کے ہاتھوں برباد ہو کر رہ گئے،ہندوستان ایک ایسا ملک تھا جو اس شورش سے مکمل محفوظ تھا یہی وجہ تھی کہ سکون سے محروم شریف ترین خاندانوں نے ہندوستان کو اپنا مسکن بنایا،جو ہندوستان کے لیے خوش کُن بات تھی کہ ہند اسلامی فکر اور روحانی قوت کا نیا مرکز بننے جارہا ہے،اسی سیلِ رواں میں صوفیاء بھی برصغیر میں تشریف لائے،ان میں نمایاں اور شہرہ آفاق نام "خواجہ معین الدین چشتیؒ" کا ہے۔ تصوف کے مشہور سلاسل میں سے آپ سلسلہ "چشتیہ" سے منسلک تھے۔ سلسلہ چشتیہ کی نسبت کسی بزرگ ذات سے نہیں بلکہ یہ خراسان کے ایک مشہور شہر "چشت" سے ہے،جہاں صوفیا نے اصلاح وتزکیہ کا مرکز قائم کیا

تھا، جس کو اس قدر شہرت ملی کہ یہ سلسلہ اس شہر کی نسبت سے "چشتیہ" کہلانے لگا، جن کے ذریعہ باقاعدہ یہ سلسلہ شروع ہو، وہ ابو اسحاق شامی ہیں، جنہوں نے خواجہ شمشاد علی دینوریؒ سے کسبِ فیض کے بعد چشت پہنچ کر امدادِ حق اور ارشادِ حق کا ایسا مستحکم نظام قائم کیا کہ آج تک سلسلہ چشتیہ ضوفشانی کر رہا ہے۔ خلیق احمد نظامیؒ تحریر فرماتے ہیں:

"چشتیہ سلسلہ کی داغ بیل تو ابو شیخ اسحاق شامیؒ نے ڈالی تھی لیکن اس کو پروان چڑھانے اور پھیلانے کا کام خواجہ معین الدین سنجریؒ نے انجام دیا۔"[23]

5.2.1 ہندوستان میں سلسلۂ چشتیہ کی آمد

سب سے پہلے جس چشتی شیخ نے ہندوستان کا رخ کیا وہ خواجہ ابو محمد چشتیؒ تھے[24] جن کی دعائیں اور بابرکت ذات ہی محمود غزنویؒ کے فتوحات کی پشت پناہی کر رہی تھی۔ مولانا علی میاں ندویؒ تحریر فرماتے ہیں: "جس طرح محمود کی سیاسی فتح کی تکمیل اور اسلامی سلطنت کے استحکام و استقلال کی سعادت سلطان شہاب الدین غوریؒ کے لیے مقدر تھی اسی طرح خواجہ ابو محمد چشتیؒ کے کام کی تکمیل اور اسلام کی عمومی اشاعت اور اسلامی مرکز رشد و ہدایت کا قیام اسی سلسلہ کے ایک شیخ، شیخ الشیوخ خواجہ معین الدین سنجریؒ کے لیے مقدر ہو چکا تھا"۔[25]

خواجہ معین الدین چشتیؒ

ایران کے علاقہ سیستان کے قصبہ سنجر میں ۵۳۷ھ کو اس عالم رنگ و بو میں تشریف لائے، علوم مروجہ کے حصول کے بعد روحانی فیض کے لیے متعدد صوفیاء سے ملے، لیکن آپ کا سلسلۂ بیعت و خلافت خواجہ عثمان ہارونی سے ہے، آپ اپنے مولدِ وطن کو چھوڑ مختلف مقامات کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان پہنچے، ابتداء لاہور میں علی ہجویریؒ کے مزار پر چلہ کشی کی، پھر دہلی میں فروکش ہوئے، اس کے بعد اجمیر میں بود و باش اختیار کی، یہ وہ زمانہ ہے جب دہلی میں راجپوتوں کی دوسری شاخ چوہانیوں کی حکمرانی تھی، چوہانیوں کے چھٹے حکمراں "پرتھوی راج چوہان نے "پایہ تخت دہلی سے اجمیر منتقل کیا تھا، اجمیر راجپوت طاقت اور ہندو مذہب اور روحانیت کا بڑا مرکز تھا، اس مذہبی مرکز میں آپ کا قیام آپ کے عزائم کی ترجمانی کرتا ہے، یہاں پہلے دن ہی سے اپنی موثر تبلیغ اور حسن اخلاق سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا، اہلِ اجمیر آپ کی عظمتوں اور کرامات سے متاثر ہو کر جوق درجوق مسلمان ہو گئے، دیکھتے ہی دیکھتے جو اجمیر بت پرستی کا مرکز تھا، اب ایمان و اسلام کا گہوارہ بن گیا۔ سید ابو الحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

"خواجہ معین الدین چشتیؒ کے مخلص اور پر زور ہاتھوں سے یہاں چشتی سلسلہ کی مضبوط بنیاد پڑی، اس کے بعد خاص و عام سبھی نے اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا۔"[26]

5.2.2 سلسلہ چشتیہ کے خصائص

سلسلہ چشتیہ تصوف کے دیگر سلسلوں میں اپنی ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔اس سلسلے میں انسانی دل اوراس سے متعلقہ روحانی کیفیات یابیماریاں تربیت کے ذریعے ٹھیک کی جاتی ہیں یہی وجہ ہے کہ اس سلسہ میں ظاہر سے زیادہ باطن پہ زور دیا گیاہے اور پابندیِ شریعت قدم قدم پر لازم رکھی گئی ہے۔چشتیہ سلسلہ کی بنیادی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

1۔سلسلہ چشتیہ کی اساس عشقِ الٰہی پر ہے۔طاعت،عبادت،ریاضت اور مجاہدہ کا اصل مقصود سوزِ عشق کا فروغ ہے۔

2۔نفس کی مخالفت اس سلسلے میں کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔چشتی مشائخ کے نزدیک "النفس الصنم الأکبر"نفس سب سے بڑا بت ہے،جس کی شکست وریخت راہِ سلوک کی پہلی منزل ہے۔نفس کو زیر کرنے اور اس کی تادیب کے لئیے مجاہدات پہ زور دیا جاتا ہے۔ریاضت ومجاہدہ کا مقصود تصفیہ باطن اور تزکیہ اخلاق ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں کہ:ہمارے خاندان چشت میں دو باتیں ہیں ایک تو مخالفتِ ہویٰ ونفس اور دوسرے ایصالِ منفعت للغیر۔(دوسروں کو فائدہ پہنچانا)۔

3۔اخلاقی اقدار اور صفاتِ محمودہ کے فروغ پر خاص زور دیا جاتا ہے۔

اخلاقی تادیب وتربیت کے دو پہلو ہیں جو ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں،ایک تخلیہ ہے اور دوسرا تحلیہ۔تخلیہ یہ ہے کہ طبعی اور رذیل اخلاق جیسے کینہ،تکبر،غسہ،غیبت اور بدگوئی وغیرہ سے نفس کو پاک کیا جائے۔

4۔اس سلسلہ میں علومِ ظاہری،باطنی کی بڑی جامعیت اور شریعت میں توازن وتلازم پایا جاتا ہے،وہ علومِ ظاہری کی تکمیل کو ضروری سمجھتے ہیں۔قرآن کریم کا حفظ اور اس سے حد درجہ شغف چشتی صوفیاء کا امتیازی نشان ہے۔چشتی صوفیاء افراط وتفریط کے مغالطوں میں پڑنے سے بچتے ہیں اور زہد وترکِ دنیا کے باب میں غلو نہیں کرتے،شریعت کی پاسداری کا پورا پورا لحاظ کرتے ہیں۔

۵۔دیگر صوفیا کے سلاسل کی طرح اس سلسلے میں ایک شب وروز کا مجاہدہ ہے معین الدین چشتیؒ فرماتے ہیں ہمارے سلسلہ میں ایک شب وروز کا مجاہدہ ہے اور زیادہ ذوقِ مشاہدہ ہے۔[27]

5.2.3 ہندوستان کے دیگر چشتی صوفیاء کرام

1۔خواجہ معین الدین چشتیؒ
2۔خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
3۔خواجہ حمید الدین ناگوریؒ
4۔خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ
5۔خواجہ مخدوم صابر کلیریؒ
6۔خواجہ نظام الدین اولیاءؒ
7۔خواجہ امیر خسروؒ
8۔خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ
9۔خواجہ سید محمد بندہ نواز گیسو درازؒ
10۔خواجہ سلیم چشتی
11۔حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ

5.3 سلسلہ سہروردیہ

سہروردیہ مشہور روحانی سلاسل میں سے ایک ہے۔ اس سلسلہ کے پیروکار سہروردی کہلاتے ہیں، جو زیادہ تر ایران، پاکستان، بھارت اور بنگلہ دیش میں ہیں۔ اس سلسلہ کے بانی شہاب الدین سہروردیؒ تھے۔ چشتیہ سلسلے کے بعد ہندوستان میں سہروردیہ سلسلہ آیا۔ اس سلسلے کی بنیاد شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی (المتوفی 1097ھ / 1118ء) نے بغداد میں رکھی تھی۔ لیکن شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر ابو حفص سہروردیؒ کو سلسلہ سہروردیہ کے مؤسسِ ثانی کی حیثیت حاصل ہے۔ ابن خلکان کے مطابق سولہ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفۃ الرسول سیدنا ابو بکر صدیق سے ملتا ہے۔ آپ 535ھ میں زنجان کے ایک قصبہ سہرورد میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت آپ کے عم محترم اور مرشد شیخ ابوالنجیب سہروردی کی نگرانی میں ہوئی۔

5.3.1 خلفاء و مریدین:

1۔ شیخ نجیب الدین علی بخشؒ
2۔ شیخ نور الدین مبارک غزنویؒ
3۔ شیخ الاِسلام بہاؤ الدین زکریا ملتانیؒ
4۔ سید جلال الدین سرخ بخاریؒ
5۔ شیخ جلال الدین تبریزیؒ
6۔ شیخ رُکن الدین ملتانیؒ
7۔ مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ

5.3.2 تزکیہ و تربیت کے اصول:

اس سلسلہ طریقت میں اتباعِ اور محبت الٰہی کی تعلیم دی گئی ہے بلکہ پیرویِ رسول اللہ ﷺ عین محبتِ الٰہی ہے۔ شیخ شہاب الدین سہروردیؒ لکھتے ہیں:

"پس جو جتنا متبعِ رسول ﷺ ہے، اسی قدر محبتِ الٰہی کا حصہ دار ہے اور صوفیاء نے اسلامی گروہ میں سب سے بڑھ کر اتباعِ رسول ﷺ کی ہے"[28]

اس سلسلہ تصوف میں علم و عمل دونوں پر توجہ دی جاتی ہے لیکن پیرویِ رسول ﷺ اور محبتِ رسول ﷺ پر زیادہ زور ہے۔ پیروی راہِ حق اور اتباعِ مسلک خاص اصول ہیں۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین اکثر فرماتے تھے کہ:

"میرا فرزند وہی ہے جو میرے طریقے پر چلے اور میری راہِ ہدایت اختیار کرے"[29]

تصنیفات

1۔اعلام الہدی و عقیدۃ اہل التقی، جو کہ مکہ میں تالیف کی گئی تھی۔

2۔جذب القلوب الی مواصلۃ المحبوب

3۔رشف النصائح الایمانیہ و کشف الفضائح الیونانیہ

4۔دوفتوت نامہ بہ فارسی

5۔عوارف المعارف

5.4 سلسلہ نقشبندیہ

سلسلہ نقشبندیہ یا طریقتِ نقشبندیہ روحانیت کے مشہور سلاسل میں سے ایک ہے، اس سلسلے کے پیروکار نقشبندی کہلاتے ہیں جو پاکستان، بھارت کے علاوہ وسطِ ایشیا اور ترکی میں کثیر تعداد میں آباد ہیں۔ اس روحانی سلسلہ کے بانی شیخ بہاؤ الدین نقشبندیؒ ہیں جو بخارا (ازبکستان) کے رہنے والے تھے۔ اس سلسلہ کے سر خیل خواجہ احمد یسویؒ[30] (المتوفی1166ھ) ہیں۔ جنہیں لوگ خواجہ عطا کہتے تھے۔ ان کے بعد خواجہ عبد الخالق غجدوانیؒ[31] (المتوفیٰ1179ء) کے ذریعہ اس سلسلے کے روحانی نظام کو اِستحکام ملا۔ ان کے بعد خواجہ بہاؤ الدین نقشبندیؒ کی ذات بابرکت تھی جن کی وجہ سے اس سلسلے کو قبولیتِ عام ملی۔ ان کی بے پناہ جدوجہد کی وجہ سے ہی آپ کے بعد اس سلسلہ کا نام سلسلۂ نقشبندیہ کے طور پر مشہور ہو گیا۔[32]

5.4.1 ہندوستان میں آمد

قدامت کے لحاظ سے یہ سلسلہ سب سے پہلے آتا ہے۔ یہ ترکستان میں قائم ہوا تھا۔ اس کے سب سے مشہور بزرگ خواجہ محمد اتابسوی (متوفی) 1166 ہیں۔ ان کے بعد عبد الخالق غجدوانیؒ نے اسے کافی فروغ دیا اور تصوف کی کئی اصطلاحات مثلا خلوت درانجمن، نظر بر قدم، بازگشت وغیرہ رائج کیں۔ لیکن اسے سب سے زیادہ فروغ خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ (المتوفی 1388) نے دیا اور اس کے بعد سے یہ سلسلہ نقشبندیہ کے نام سے مشہور ہو گیا یعنی مصور روح اسلام کا انعکاس کرنے والا۔ یہ لوگ اویس قرنی کی طریقت سے زیادہ مشابہ ہیں۔ گو سلسلہ خواجگان سب سے پرانا سلسلہ ہے لیکن ہندوستان میں یہ سلسلہ سب کے بعد پہنچا۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں باقی باللہؒ (متوفی 1603)اسے ہندوستان لائے۔ پھر ان کے عزیز مرید اور خلیفہ شیخ احمد المعروف مجدد الف ثانیؒ (متوفی)1624 نے اس سلسلہ کو ہندوستان میں ترقی دی اور اس کے بعد یہ سلسلہ مجددیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس سلسلہ کی ترویج واشاعت میں آپ کا بہت بڑا کردار ہے۔ تصوف میں مجدّد صاحب کی ایک بڑی خدمت یہ ہے کہ انہوں نے شریعت اور سنت کی اِتباع پر زور دے کر رسمی طور پر داخل ہو جانے والے غیر اِسلامی عناصر کو اسلامی فکر سے بالکل علیٰحدہ کر دیا۔ اور تحریک تصوف میں پھر سے نئی جان ڈال دی۔ اس سلسلے کی ایک خاص بات یہ تھی کہ ان صوفیاء کرام نے احترام کے ساتھ اپنے مشائخ سے اختلاف بھی کیا ہے اور ان سے ہٹ کر اپنا الگ نقطہ نظر بیان کیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ کا نام اس میں سرِفہرست ہے۔ جنہوں نے تصوف کو باطل رسوم ورواج سے پاک کر دیا۔

5.4.2 اس سلسلے کے مشہور بزرگ

1۔ خواجہ محمد معصومؒ　2۔ خواجہ سیف الدینؒ　3۔ شاہ ولی اللہؒ

4۔ مرزا مظہر جان جاناںؒ　5۔ شاہ غلام علیؒ

5.4.3 نقشبندیہ سے پہلے اسماء

سلسلہ نقشبندیہ کے القاب زمانے کے اختلاف سے مختلف رہے۔ حضرت صدیق اکبر سے لے کر حضرت شیخ طیفور ابن عیسیٰ ابو یزید بسطامیؒ تک اس طریقے کے کو طریقہ صدیقیہ کہا جاتا تھا۔ شیخ طیفور بایزید بسطامی سے لے کر خواجہ خواجگان شیخ عبد الخالق غجدوانیؒ تک طیفوریہ کہا جاتا تھا حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی سے لے کر امام طریقت شیخ بہاؤالدین محمد اویسی بخاری تک خواجگانیہ کہا جاتا تھا اور شیخ بہاؤالدین نقشبندؒ سے لے کر خواجہ باقی باللہؒ تک نقشبندیہ کہلایا اور اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانیؒ کی وجہ سے یہ سلسلہ مجددیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔[33]

5.4.4 طریقہ کی خصوصیات

ذکرِ خفی

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کی بنیادی خصوصیت وہ ذکرِ لطائف ہے جو طالبینِ حق کو اپنے شیخ کامل سے ملتا ہے اسم ذات کا یہ ذکر ہی طالبین میں محبت شیخ اور سنت رسول ﷺ پر دوام بخشتا ہے۔ یہ وہی طریقہ ہے کہ جو صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کی صحبت مبارکہ کا طریقہ تھا۔

محبت شیخ

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کی امتیازی خصوصیات میں پہلا زینہ متابعت رسول ﷺ اور دوسرا زینہ محبت شیخ ہے۔ محبت شیخ کے بغیر کچھ حاصل نہیں ہوتا[34]

صحبت شیخ:

صحبت شیخ بھی محبت شیخ کے ضمن میں آتی ہے۔ جس قدر صحبت شیخ زیادہ ہو گی اسی قدر محبت شیخ میں اضافہ ہو گا۔ اسی لیے مشائخ نقشبندیہ نے صحبت شیخ زیادہ سے زیادہ اختیار کرنے کی تاکید فرمائی ہے۔ تاکہ طالب شیخ کی مجلس میں رہ کر فیض و برکت حاصل کرے۔

رابطہ شیخ:

ہر وقت ہر جگہ قلب میں تصور شیخ کے ذریعے شیخ طریقت سے اپنا رابطہ قائم رکھے۔ کیونکہ بعض اوقات بدنی صحبت

میسر نہیں ہوتی تو تصور شیخ سے بھی رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔ رابطہ شیخ وہ کیمیاء اثر نسخہ ہے کہ جس کے ذریعے فنافی الشیخ اور فنافی الرسول ﷺ کے بعد فنافی اللہ جیسے اعلیٰ مقامات تک رسائی ہو سکتی ہے۔ اور اس سے قربِ الی اللہ کی منازل جلد اور سہل طریقے سے طے ہو جاتی ہیں۔[35]

6 تصوف اور بین المذاہب ہم آہنگی

تصوف نے ہندوستان میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی کو فروغ دینے میں غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اتحاد، سالمیت اور تنوع کے دفاع میں تصوف کی توجہ ہمیشہ عقائد کے اتحاد پر مرکوز رہی ہے۔ مذہب اسلام کی توحید ہی دیگر تعلیمات سے متصادم ہوئے بغیر دیگر موجودہ ہندوستانی عقائد کے ساتھ نمایاں طور پر تعامل کیا ہے اور ایک بڑے حلقے کو متاثر کیا اور اپنے لئے جگہ بنائی۔ اسلام ہندوستان میں زیادہ سازگار ہونے کی ایک وجہ خانقاہ (اسلام) کے قیام کی وجہ تھی۔ ابتدائی طور پر، صوفی خانقہ زندگی نے ماسٹر استاد شیخ اور ان کے طلبہ کے مابین گہرے اور نتیجہ خیز تعلقات پر زور دیا تھا۔ مثال کے طور پر، خانقاہوں میں طلبہ مل کر دعا، عبادت، مطالعہ اور پڑھتے تھے۔ خانقاہ کا دوسرا بڑا کام معاشرتی پناہ گاہ کا تھا۔

6.1 بین المذاہب ہم آہنگی میں چشتی صوفیاء کا کردار

معین الدین چشتیؒ (التوفی 1236) وسطی ایشیا، مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا کے ایک سفیر عالم کی حیثیت سے بڑے ہوئے۔ وہ غوری سلطنت کے خاتمہ کے دوران 1193 میں دہلی پہنچے، پھر دہلی سلطنت کے قائم ہونے پر جلد ہی اجمیر راجستھان میں آباد ہوئے۔ معین الدین چشتیؒ کی صوفی اور سماجی بہبود کی سرگرمیوں نے اجمیر کو "وسطی اور جنوبی ہندوستان کی اسلامائزیشن کا مرکز" قرار دیا۔ مقامی جماعتوں تک پہنچنے کے لیے چشتی آرڈر نے خانقاہ تشکیل دیا، اس طرح اسلام کو خیراتی کاموں میں پھیلانے میں مدد ملی۔ ہندوستان میں چشتی صوفیاء نے خصوصاً مہمان نوازی اور سخاوت کو اپنے خانقاہوں میں قائم کیا۔ زائرین کے استقبال کی پالیسی کو برقرار رکھا، ہندوستان میں خانقاہوں نے روحانی رہنمائی، نفسیاتی مدد اور مشورے کی پیش کش کی جو مفت اور تمام لوگوں کے لیے کھلا تھا۔ اس گروہ نے آس پاس کے نچلے اور اعلی ذات کے ہندوؤں کے ساتھ بے مثال ربط قائم کیا۔ روحانی طور پر بھوکے اور افسردہ ذات کے ممبروں کو دونوں کو مفت باورچی خانے کی خدمت فراہم کی گئی اور بنیادی تعلیم فراہم کی گئی۔ چشتی صوفیاء کے ہندوؤں سے بہت مکالمات ہوئے لیکن تمام کی نوعیت سماجی تھی کہ کیسے پیش آمدہ سماجی مسائل کو حل کیا جا سکتا ہے۔ ان صوفیاء نے متشدد ذات پات کے نظام کے مابین اجتماعی برادریوں کو تشکیل دی، اور محبت، روحانیت اور ہم آہنگی کی تعلیمات کو عام کیا۔ خانقاہ خدمات کے ذریعہ صوفیاء نے اسلام کی ایک شکل پیش کی جس نے نچلے طبقے کے ہندوستانیوں کو رضاکارانہ طور پر بڑے پیمانے پر مذہب کی تبدیلی کا راستہ تیار کیا۔ اس سلسلے کے دوسرے صوفی بزرگ باب فریدالدین گنج شکرؒ ہے جن کی شاعری نے بین المذاہب ہم آہنگی میں میں اہم کردار

ہے۔ بابا فرید الدین گنج شکرؒ ایک صوفی شاعر ہیں۔ ان کی شاعری میں وہ تمام عنصر موجود ہیں جن کا تعلق اور جڑیں تصوف اور روحانیت سے وابستہ ہیں۔ انہوں نے انسانی زندگی کے مسائل اور سماجیات کو اپنی شاعری کی بنیاد بنایا ہے۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعے اپنے دور میں موجود بہت سی سماجی برائیوں اور رسم ورواج کا بائیکاٹ کیا۔ انہوں نے اپنے پیر ومرشد کے حکم سے اجودھن (پاک پتن) کے ویرانے میں ایک بستی بسائی جو اب پاک پتن کے نام سے مشہور ہے۔ انہوں نے نسل انسانی کی وحدت کے عقیدے کو اختیار کیا۔ یہی وجہ تھی کہ ادنیٰ واعلیٰ، عالم وجاہل، مفلس ومنعم، ہندو اور مسلم، صوفی اور جوگی سب ان کے پاس آتے اور ان سے فیض پاتے تھے۔ ایک دفعہ کسی نے ان کو قینچی تحفے میں پیش کی تو انہوں نے کہا کہ مجھے سوئی اور دھاگہ دو کیونکہ میں کاٹنے کے لیے نہیں بلکہ جوڑنے کے لیے آیا ہوں۔ ان کی شاعری ہی تھی جسے انہوں نے تبلیغ اسلام کیلئے استعمال کیا بابا فریدؒ کی شاعری کے حوالے سے سب سے زیادہ دکھ دینے والی بات یہ ہے کہ ان کا کلام محفوظ نہیں رہ سکا ان کے صرف وہ اشعار یا اشلوک آج ہم تک پہنچے ہیں، جو سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک نے سکھوں کی مذہبی کتاب "گروگرنتھ صاحب" میں تحریر کروادیئے تھے اب ہمارے پاس اس کلام کے علاوہ بابا فریدؒ کی کوئی شاعری موجود نہیں ان کے شعر جنہیں شلوک یا اشلوک کہا جاتا ہے۔

امیر خسروؒ کا اصل نام ابو الحسن یمین الدین تھا۔ (651ھ-725) یہ ہندوستان کے ابتدائی مسلم دور میں ایک باصلاحیت میوزک شاعر کے طور پر جانا جاتا تھا۔ انھیں ہند مسلم عقیدت مند موسیقی کی روایات کا بانی سمجھا جاتا ہے۔ "ہندوستان کا طوطا" کے نام سے موسوم ہوا، امیر خسرو نے ہندوستان کے اندر اس بڑھتی ہوئی صوفی پوپ کلچر کے ذریعے چشتی وابستگی کو فروغ دیا۔ افکار کو پھیلانے کے لیے ایک باثر ذریعہ کے طور پر، موسیقی نے نسلوں تمام ہندوستانی مذاہب کے میوزک ہمیشہ سے ہی ایک متمول روایت کے طور پر موجود رہے ہیں۔ ان کی شاعری کا موضوع آدمیت اور انسانیت ہوتا تھا۔ ہندو مسلم اتحاد میں ان کی شاعری نے اہم کردار کیا ہے۔

6.2 بین المذاہب ہم آہنگی میں سہروردی صوفیاء کا کردار

بہاء الدین زکریا ملتانیؒ نے اس سلسلے کو ہندوستان میں خوب ترویج دی۔ چشتی سلسلے کے بعد یہ سلسلہ ہندوستان میں آیا۔ ان صوفیاء کرام نے مسلمانوں کو تبلیغ کی اور ان کے سامعین زیادہ تر تاجر برادری ہوا کرتی تھی۔ چونکہ بہاء الدین زکریاؒ خود بہت بڑے تاجر اور صاحب ثروت تھے ان کے پاس غلہ کا بہت بڑا ذخیرہ ہوتا تھا۔ جب ملتان میں قحط سالی پڑ گئی تھی اس وقت انہوں نے کافی حد تک اس پر کنٹرول کیا تھا۔ اور منگولوں کی یلغار میں ان کو ہندوستان پر حملہ نہ کرنے پر بہت مال کی پیشکش کی تھی۔ ان کا ہم آہنگی میں کردار اس طرح تھا کہ یہ حضرات تاجروں کی تعلیم وتربیت کر کے ان ہدایات کے ساتھ ان کو اشاعت دین کے لئے روانہ کرتے:

- مساجد تعمیر کرنی ہے۔
- مقامی لوگوں کو سہولیات فراہم کرنی ہے۔

- اسلام کی دعوت نہیں دینی۔
- دوسرے تاجروں کی زیادہ عمدہ اور بہتر مال لوگوں کو دینا۔

یہ چند بنیادی اصول تھے جن کی وجہ سے اس سلسلے کو عوام میں بہت پزیرائی ملی۔ ان کے اس امتیازی اخلاق کی وجہ سے ہر مذہب کے لوگ ان کے پاس آکر بیٹھتے تھے اور اسلام کا تعارف ان کو ہو جاتا تھا۔

6.3 بین المذاہب ہم آہنگی میں نقشبندی صوفیاء کا کردار

اکبر بادشاہ کے عہد میں خواجہ باقی باللہؒ (المتوفی 1603) اسے ہندوستان لائے۔ جلال الدین اکبر بھی ہارون الرشید کی طرح بہت زیادہ کتب کے تراجم کرائے جن میں ہندو مذاہب کی بھی کتب تھی۔ اسی وجہ سے سماجی سطح پر مسلم ہندو بہت قریب آئیں۔ پھر ان کے عزیز مرید اور خلیفہ شیخ احمد المعروف مجدد الف ثانیؒ (متوفی 1624) نے اس سلسلہ کو ہندوستان میں ترقی دی اور اس کے بعد یہ سلسلہ مجددیہ کے نام سے مشہور ہو گیا۔ اس سلسلہ کی ترویج واشاعت میں آپ نے بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ بین المذاہب ہم آہنگی میں مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا نام سر فہرست ہے۔ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ کا ہندوستان اور ہندوؤں کے بارے میں نظریہ دوسرے صوفیاء سے مختلف ہے۔ چند نظریات درج ذیل ہیں:

1۔ ممالک ہند میں بھی انبیاء ورسل علیہم السلام بھیجے گئے۔

2۔ یہ دین (ہندو مت) پہلے ایک مرتب دین تھا اب منسوخ ہو گیا۔

3۔ شرح اکثر انبیاء کے احوال میں خاموش ہے اس لیے ہندوستان کے انبیاء کے حق میں خاموشی ہی بہتر ہے۔ نہ ہمارے لیے ان کی پیروی کرنے والوں کے کفر وہلاکت کا یقین لازم ہے اور نہ ہی نجات کا یقین ہمارے لیے واجب ہے۔

4۔ ہندوؤں کا سجدہ، سجدہ تحیت ہے نہ کہ عبودیت کیوں کہ ان کے مذہب میں ماں، باپ، پیر اور استاد کو سلام کی بجائے یہی سجدہ کیا جاتا ہے۔

5۔ تناسخ پر اعتقاد رکھنے سے کفر لازم نہیں آتا۔

6۔ حضرت مظہر نے تو ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب "وید" کو آسمانی کتاب اور "برھما" کو فرشتہ کہا ہے۔[36]

ان تمام نظریات پر متاخرین صوفیاء کرام کی طرف سے اعتراضات کئے ہیں اور ان کا جواب ان کے مرید خاص مرزا غلام علیؒ نے دئے ہیں۔ بہر حال ان تمام نظریات کی وجہ سے ہندو مسلم اتحاد کو بہت فروغ ملا۔

6.4 بین المذاہب ہم آہنگی میں قادری صوفیاء کا کردار

برصغیر پاک وہند میں سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت مخدوم عبد الرشید حقانیؒ بنے اور آپ کے ذریعے سلسلہ قادریہ کو بہت

وسعت ملی۔ بین المذاہب ہم آہنگی میں حضرت میاں میرؒ اور داراشکوہ کا نام سر فہرست ہے۔ حضرت میاں میرؒ کا قول ہے کہ "کارنی پروان کیا ہندو کیا مسلمان" مفہوم ہے کہ اللہ کی راہ پانے کی کوشش میں ہندو مسلم میں کوئی فرق نہیں۔ قرآن پاک میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں پر پیغمبر بھیجے ہیں۔ تو ہندوستان میں بھی کئی پیغمبر آئے ہوں گے۔[37] حضرت میاں میرؒ گرو ارجن سنگھ کے دوست تھے اور ان کے بارے میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔ کے انہی نظریات کی وجہ سے سکھ مذہب اور مسلم آپس میں بہت قریب آئے۔ گرو ارجن سنگھ نے امرتسر میں جب سون مندر (گولڈن ٹیمپل) کی تعمیر کروائی تو سنگ بنیاد حضرت میاں میرؒ کے ہاتھوں کرائی۔ اور یہ مندر آج بھی ہے اور ہر ایک کیلئے کھلا ہے۔[38]

ایک خاص بات تھی ان تمام صوفیاء کی ذات میں کہ یہ ان لوگوں نے کبھی اپنے مذہب کو نہیں چھوڑا۔ اس کی ایک مثال حضرت میں میرؒ کی یہ ہے کہ مندر کی سنگ بنیاد کیلئے لے کر جانے والوں میں سے ایک شخص جس کا نام احمد د تھا اور اس کا عقیدہ یہی تھا کہ رام و رحیم ایک ہے، اور اس کا مطالبہ یہی تھا کہ حضرت میں میرؒ بھی اس بات کو قبول کرے۔ لیکن میاں میرؒ کا جواب یہی تھا کہ ہندوستان والے ایک ہی عقیدہ پر متفق ہو سکتے ہیں اور وہ محبت الٰہی ہے، اور اس اللہ ہر یقین رکھنا جس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ اور گرو ارجن سنگھ کا بھی یہی عقیدہ ہے ۔ اسی وجہ سے جب یہ بات نہیں مانی تو ان کے قافلہ پر حملہ بھی کرایا گیا۔[39] سنگ بنیاد پر جب حضرت میں میرؒ نے ایک پتھر ٹیڑھا رکھا تو ایک مزدور نے اعتراض کر کے اس کو سیدھا کیا تو گرو ارجن سنگھ نے ان کو ڈانٹا اور دوبارہ اسی طرح رکھوایا جیسے حضرت میرؒ نے رکھا تھا، اور کہنے لگے کہ اسے ایک اللہ والے نے رکھا ہے۔[40] اس سلسلے میں دوسرا نام داراشکوہ ہے، جو شاہجہاں کے بیٹے ہیں۔ اجمیر شریف میں معین الدین چشتیؒ سے دعاؤں کے اللہ تعالیٰ نے عطا کیا تھا۔ اس لئے اس کی پرورش بھی اچھی کی۔ ابتدائی تعلیم ملاّ عبد الطیف اور شیخ میرک سے حاصل کی۔ عربی اور فارسی پر عبور حاصل کیا اور کئی دیوان مرتب کئے۔ صوفیانہ خیالات کے مالک تھے۔ وقت کے ساتھ ساتھ اسلام اور ہندو مذہب کی یکسانیت کی تلاش کی۔ ہمیشہ ہومنزم (انسانیت) کو عزیز رکھا، ہندو عالم ہمیشہ ان کے قریب موجود ہوتے تھے جن سے وہ علم حاصل کرتے۔ مشہور کتب مجمع البحرین، سرِ اکبر، سکینۃ الاولیاء اور سفینۃ الاولیاء بہت مشہور ہے۔ داراشکوہ نے بابالال (ہندو پنڈت) کے ساتھ کئی مکالمات کئے۔ ان کے مکالمات سماجی حیثیت کے ہوتے تھے اور بابالال کو بڑے عارفوں کے درمیان ایک عارف کہا۔ اور ان کے بارے میں فرماتے کہ اللہ کے فضل و کرم سے ہر قوم میں عارفوں نے جنم لیا تاکہ وہ اپنی قوم کی رہنمائی کر سکے۔ داراشکوہ نے اپنی کتاب سرِ اکبر میں 52 اپنشدوں کا فارسی میں ترجمہ کیا جس کا بنیادی مقصد مسلم اور ہندو کی روحانی روایات میں یکسانیت تھا۔[41]

حضرت نظام اللہ اولیاءؒ کا قول ہے، " اللہ تک پہنچنے کے کئی راستے ہیں اور سب سے چھوٹا اور آسان راستہ انسانوں کے دلوں تک پہنچنا ہے۔ اور میں نے جو حاصل کیا وہ اسی راستے سے کیا ہے"۔[42] بارھویں سے چودھویں صدی تک، صوفی، بھگتوں اور سنتوں

مکالمے ملتے ہیں، جن کا موضوع ویدانت اور قرآن پاک کے ارشادات میں مماثلت تلاش کرنا ہوتا۔اس دور میں کئی ہندو بھگت صوفیاء کی مجالس میں قیام کو پسند کرتے تھے۔

حوالہ جات

[1] القرآن،62 :2

Al Quran,62:2

[2] اسماعیل بن حماد،الصحاح تاج اللغة وصحاح العربية، دارالعلم للملايين، بيروت، 1408ھ، 1/240

Ismail bin Hamad, Al-Sihah Taj Al-Lugha Wa Sihah Al-Arabiya, Dar al Ilm,Beirut, 1408 AH, 1/240

[3] ابن منظور،لسان العرب،تحت ماده صفا،دار صادر، بيروت، 14/462

Ibn Manzoor,Lisaan al-Arab, orign "Safa", Dar Sadir, Beirut, Badun,14/462

[4] محمد بن محمد زبيدی ،تاج العروس من جواهر القاموس، تحت ماده صفو ، بيروت ،طبع 2001ء،ص:455

Muhammad bin Muhammad, Zubaydi,Taj al-Aros min Jawahar al-Qamoos, orign: Safo, Beirut, edition 2001, p: 455

[5] عبد الكريم هوازن، ابو القاسم ،الرسالة القشيرية مع حاشية العروسى ، جامع الدرويشيه،دمشق ، 2000ء،ص:4،3

Abdul Karim Hawazin, Abu al-Qasim,Al-Risaal Al-Qashiriyyah with Margins of Al-Arosi, Jama Al-Darwishia, Damascus, 2000, p. 4, 3

[6] پروفیسر یوسف سلیم چشتی، تاریخ تصوف، دارالکتاب، لاہور، اشاعت اول،2000ء، ص:99

Yusuf Saleem Chishti,History of Sufism,Professor,Darul Kitab, Lahore, Isha'at 1, 2000, p: 99

[7] محمد بن عبد الله، المستدرک علی الصحیحین ، دارالكتب العلميه، بيروت، طبع دوم، 1990ء، 1/ 129

Muhammad bin Abdullah,Al-Mustadrik Ali Al-Sahiheen, Dar al-Kitab al-Ulamiya, Beirut, second edition, 1990, 1/129

[8] محمد بن اسماعیل البخاری،الجامع الصحیح،مكتبه رحمانيه ،لاہور،طبع 2002ء،385/2

Muhammad bin Ismail al-Bukhari, Al-Jami al-Sahih, Rahmaniyah School, Lahore, 2002 edition, 2/385

[9] عبد القادر، جیلانی، غنیۃ الطالبین، ترتیب جدید: عبد المجید صدیقی، المیزان، لاہور، 2004ء، ص:597

Abdul Qadir, Jilani,Ghaniya Talibeen, updated edition: Abdul Majeed Siddiqui, Al Meezan, Lahore, 2004, p: 597

[10] مفتی غلام سرور قادری، خزینۃ الاصفیاء، مترجم: اقبال فاروقی، مکتبہ نبویہ، گنج بخش روڈ، لاہور، طبع اول1989ء، ص:248

Mufti Ghulam Sarwar Qadri, Khazainat al-Asafia, translator: Iqbal Farooqi, Maktaba Nabiyah, Ganj Bakhsh Road, Lahore, first edition 1989, p. 248

[11] علی بن عثمان الہجویری، کشف المحجوب فارسی، تاجران کتب، لاہور، 1342ھ، ص:13

Ali bin Uthman Al-Hujwiri, Kashf Al-Mahjub Farsi, Tajran Kitab, Lahore, 1342 AH, p:13

[12] حامد بن فضل اللہ، سیر العارفین، مکتبہ رضویہ، دہلی، طبع اول1311ھ/1890ء، ص:92

Hamid bin Fazlullah,Seer al-Arifin, Maktaba Rizwiyya, Delhi, first edition 1311 AH/1890 AD, p:92

[13] محمدامین بن عمر، ابن عابدين، حاشية رد المحتار على الدر المختار شرح تنوير الأبصار، دارالفكر ،بيروت، 1421ھ ،4/239

Muhammad Amin bin Umar, Ibn Abidin, Margin of Rid al-Muhthar Ali al-Dur al-Mukhtar Sharh Tanweer al-Absaar, Dar al-Fikr, Beirut, 1421 AH, 4/239

[14] محمد بن اسماعيل بخارى ،الجامع الصحيح ، كتاب الايمان ،مكتبه رحمانيه، لاہور ،2001ء،357/2

Muhammad bin Ismail Bukhari,Al-Jami al-Sahih, Kitab al-Iman, Muktaba Rahmaniya, Lahore, 2001, 2/357

[15] العلامة علي العدوي ،حاشية على شرح الإمام الزرقاني على متن العزية في الفقه المالكي ج 3 ص195

Allama Ali al-Adwi، Imam al-Zarqani's commentary on the text of al-Uziya in al-Fiqh al-Maliki vol. 3 p. 195

[16] محمد اسحق بھٹی، برصغیر میں اسلام کے اولین نقوش، ادارہ ثقافت اسلامیہ، لاہور، 2004ء، ص:165

Muhammad Ishaq Bhatti,The First Imprints of Islam in the Subcontinent, Institute of Islamic Culture, Lahore, 2004, p. 165

[17] محمود بنگلوری، تاریخ جنوبی ہند، ناشر ترقی اردو، نئ دہلی، طبع دوم، 1947ء، ص:57

Mahmood Bengaluri, History of South India, Publisher Traqi Urdu, New Delhi, Second Edition, 1947, p:57

[18] سید خورشید گیلانی، روح تصوف، فرید بک اردو بازار، لاہور، 2001ء، ص:99-102

Syed Khurshid Gilani, The Soul of Sufism, Farid Book Urdu Bazar, Lahore, 2001, pp: 99-102

[19] خلیق نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ادارہ ادبیات، دلی، 1983ء، ص:145

Khaliq Nizami,History of Mashaikh Chisht, Idara adbiyat, Delhi, 1983, p: 145

[20] نسیم احمد فریدی، تذکرہ خواجہ باقی باللہ، الفرقان بکڈپو، لکھنؤ، طبع اول 1981ء، ص:13

Naseem Ahmed Faridi, Tazkira Khawaja Baki Ballah, Furqan Bookdepo, Lucknow, first edition 1981, p:13

[21] طاہر مسعودی، محمد عبد الستار، جہان امام ربانی، امام ربانی فاؤنڈیشن، کراچی، طبع دوم، ص:81

Tahir Masoudi, Muhammad Abdul Sattar,Jahan Imam Rabbani, Imam Rabbani Foundation, Karachi, Second Edition, p.81

[22] مولانا ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، 4/421

Abul Hassan Ali Nadvi,Tareekh dawat -o-Azeemat:4/421

[23] خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، ص:155

Khaliq Ahmed Nizami,History of Mashaikh Chisht, page: 155

[24] خلیق احمد نظامی، تاریخ مشائخ چشت، مشتاق بک کارنر، لاہور، طبع دوم، 2000ء، ص:143

Khaliq Ahmad Nizami, Tarikh Mashaikh Chisht, Mushtaq Book Corner,Lahore, second edition,2000, p.143

[25] مولانا ابو الحسن ندوی، تاریخ دعوت وعزیمت، ص:231

Abul Hassan Ali Nadvi ,Tareekh dawat o Azeemat, p: 231

[26] تزکیہ واحسان یا تصوف وسلوک، مکتبہ ابو عبد اللہ، لاہور، 2004ء، ص:499

Abu Abdullah ,Tazkiyyah Wa Ihsan or Sufism and Conduct School, Lahore, 2004, p. 499

[27] مولانا زکریا کاندھلوی، تاریخ مشائخ چشت، مکتبہ شیخ الھند، کراچی، طبع دوم، 2001ء، ص:45

Maulana Zakaria Kandhalvi,History of Mashaikh Chisht, Sheikh-ul-Hind School, Karachi, Second Edition, 2001, p.45

[28] عبد الرحمٰن چشتی، مراۃ الاسرار ، ترجمہ: واحد بخش سیال، ضیا القرآن پبلیکشنز، لاہور، 1993ء، ص:132

Abdul Rahman Chishti, Marat al-Asrar, Translation: Wahid Bakhsh Sial, Zia-ul-Qur'an Publications, Lahore, 1993, p.132

[29] شیخ شہاب الدین سہروردی، عوارف المعارف، پروگیریسو بک، لاہور، 1998ء، ص:233

Sheikh Shahabuddin Suhrawardy,Awarif al-Maarif, Progressive Book, Lahore, 1998, p. 233

[30]غلام سرور لاہوری، خزینۃ الاصفیاء، مکتبہ نبویہ، لاہور، طبع2002ء، ص:225

Ghulam Sarwar Lahori, Khazainat al-Asafia, Maktaba Nabwiyya, Lahore, 2002 edition, p:225

[31]محمد عرفان صدیقی، تذکرۃ مشائخ سیفیہ، بہار اسلام پبلشرز، لاہور، طبع اول، 2008ء، ص:114

Muhammad Irfan Siddiqui, Tazkirat Mashaikh Saifiya, Bihar Islam Publishers, Lahore, first edition, 2008, p. 114

[32]اسحاق قریشی، تصوف ایک ہمہ گیر تحریک، ہم خیال پبلیشرز، 2000ء، ص:257

Ishaq Qureshi,Sufism is a universal movement, Hamkhayal Publishers, 2000, p:257

[33]محمد بن سلیمان بغدادی، تحفہ نقشبندیہ، دار الاخلاص، لاہور، 1998ء، ص:36

Muhammad bin Sulaiman Baghdadi, The Gift of Naqshbandiyyah, Dar Al-Ikhlas, Lahore, 1998, p.36

[34]خواجہ میاں غلام سہروردی، طریقت سلسلہ سہروردیہ، اسلامک بک پبلیشرز، لاہور، طبع دوم، 2002ء، ص:39

Khwaja Mian Ghulam Suhrawardy,Tariqat Silla Suhrawardyah, Islamic Book Publishers, Lahore, Volume II, 2002, p.39

[35] شیخ محمد بن سلیمان بغدادی نقشبندی خالدی ترجمہ: مولانا سلطان احمد افغانی، تحفہ نقشبندیہ، ص:6

Sheikh Muhammad Suleman Naqshbandi,Translation:M Sultan Ahmed Afghani,Tohfa e Naqshbandiyyah, p: 6

[36]حضرت شاہ غلام علی دہلوی، مقامات مظہری، ص123، اردو سائنس بورڈ۔ اپر مال، لاہور۔ طبع دوم

Hazrat Shah Ghulam Ali Dehlavi ,Maqamat Mazhari, p. 123, Urdu Science Board. Upper Mall, Lahore - Second edition .

[37]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص28، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman, Muhammad Dara Shikoh, p. 28,Arfi Publisher, Haryana 2012

[38]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص29، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman, Muhammad Dara Shikoh, p. 29 Arfi Publisher, Haryana 2012

[39]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص30، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman,Muhammad Dara Shikoh, p. 30,Arfi Publisher, Haryana 2012

[40]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص30، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman,Muhammad Dara Shikoh, p. 30,Arfi Publisher, Haryana 2012

[41]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص51، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman,Muhammad Dara Shikoh, p. 51,Arfi Publisher, Haryana 2012

[42]شکیل الرحمان، محمد داراشکوہ، ص93، عرفی پبلشر۔ ہریانہ2012

Shakeel ur Rehman,Muhammad Dara Shikoh, p. 93,Arfi Publisher, Haryana 2012